ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.4.2025

فہمیدہ ریاض اور انقلابی شاعری

FAHMIDA RIAZ AND REVOLUTIONARY POETRY

عظمیٰ نسیم

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو،

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر عبدالعزیز ملک

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو،

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

Fahmida Riaz's revolutionary and rebellious poetry challenges the notion that self-expression is limited to men. Women poets like Riaz assert their identities through words, reflecting their experiences and emotions. Riaz, a pioneering female poet, draws inspiration from Karl Marx's ideology, envisioning a society free from exploitation and oppression.

Riaz's poetry is characterized by its revolutionary spirit, advocating for social change, justice, and economic equality. Her work is influenced by Marxist ideology, emphasizing collective action and material realities. As a feminist, Riaz writes about motherhood, refusing to compromise her values.

Riaz's poetry has added a new dimension to Urdu literature, exploring complex themes like social justice, personal freedom, and human experience. Her work reflects her commitment to lived experiences and material realities, making her a significant figure in Urdu literature. Her poetry gives voice to suppressed emotions and experiences of women, inspiring and challenging societal norms.

Key Words: *Fahmida Riaz, Revolutionary Poetry, Feminism, Marxism, Social Justice, Personal Freedom, Urdu Literature, Women's Empowerment, Self-Expression, Social Change.*

فہمیدہ ریاض نے شاعری کے سفر کا آغاز اُس دور میں کیا جب ترقی پسند تحریک ابھی پوری توانائی کے ساتھ جاری تھی، تاہم اس کے ساتھ ساتھ روایت پرستی بھی مقبول عام حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ اس زمانے میں غزل کو فوقیت حاصل تھی، لیکن فہمیدہ نے اپنی تخلیقی وابستگی نظمِ معرّیٰ اور آزاد نظم سے جوڑ لی۔ اس انتخاب سے اُن کے باطن میں موجود آزادی کی طلب اور پابندیوں سے انکار جھلکتا ہے۔ خواتین شاعرات میں وہ پہلی ایسی جدید اور نظریاتی آواز ہے جس کے ہاں انقلابی روح نمایاں نظر آتی ہے۔ وہ کارل مارکس اور اُس کے افکار کو اخلاص کے ساتھ انسانیت کی نجات کا ذریعہ سمجھتی ہیں اور اپنے سماج میں ایک ایسے انقلاب کا خواب دیکھتی ہیں جو انسان کو استحصال اور جبر سے آزاد کرے۔ یہ انقلاب خواہ معیشت، فکر یا اخلاقیات سے تعلق رکھتا ہو، فہمیدہ بنیادی سہولتوں کی قائل ہیں اور عملی و جسمانی تجربات کو اولین اہمیت دیتی ہیں۔

ان کا پہلا مجموعہ "پتھر کی زبان "رومانوی قربت کے جذبات سامنے لاتا ہے۔ یہاں ہم ایک ایسی شاعرہ سے متعارف ہوتے ہیں جو زندگی کو ایک پرجوش سفر اور دنیا کو ایک نئے جہان کی طرح دیکھتی ہے۔ چونکہ وہ فطری طور پر بغاوت کا جوہر رکھتی ہیں، اس لیے اپنے موضوعات پر کسی قسم کی قدغن قبول نہیں کرتیں۔ وہ پرانی روایات کی پابندی کرنے کے بجائے اس یقین پر قائم ہیں کہ زندگی کا اصل سرمایہ عملی تجربات ہیں نہ کہ محض خیالات۔ دوسرے الفاظ میں وہ زندگی کو اس کی مادی حقیقت سے الگ کر کے دیکھنے کی مخالف ہیں۔ ابتدا ہی سے اُن کے ہاں ایک ایسی عورت کی جھلک ملتی ہے جو نہ تو اپنی نسوانیت پر شرمندہ ہے، نہ ہی زبردستی اپنی شناخت منوانے پر مجبور، بلکہ وہ اپنی جنس کی قدردانی کرتے ہوئے زندگی اور اس کے ارتقاء میں عورت کے کردار کو گہری بصیرت سے دیکھتی ہے۔

ان کے ہاں محبت کسی محدود یا تنگ ماحول میں نہیں بلکہ کائنات کی وسعتوں اور آفاقی مناظر میں نمو پاتی ہے۔ اُن کے نزدیک محبت کوئی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

محض تصوراتی شے نہیں بلکہ ایک تجربہ ہے جو انسان کی پوری شخصیت کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ ابتدائی زمانے کی یہ رومانوی واردات زیادہ تر مثبت رہی۔ جدائی اور فراق کے لمحات بھی آئے، لیکن انھیں وہ ایک فطری اور معمول کی کیفیت کے طور پر تسلیم کرتی رہیں۔ اظہارذات کا معاملہ صرف مرد حضرات تک محدود نہیں رہتا، بلکہ خواتین اس میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ یہ اعتراف کرتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ ان کے الفاظ ان کی ذات کے آئینہ دار ہیں۔ اردو شاعرات عصری رجحانات سے بے نیاز نہیں بلکہ وہ زمانے کے رجحانات کو بہتر طور سے سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ فہمیدہ ریاض خواتین میں پہلی نظریاتی شاعرہ ہیں، جنھوں نے اردو ادب میں انقلابی کروٹ لی۔ میرے مضمون کا مقصد فہمیدہ ریاض کے کلام کا جائزہ لینا اور ان کے کلام میں بغاوت کو واضح کرنا ہے۔ فہمیدہ ریاض اپنی فطرت میں ایک باغی شاعرہ ہیں، اسی لیے وہ اپنے موضوعات پر کسی سمجھوتے کی قائل نہیں۔ وہ روایات کو محض رسمی طور پر نہیں اپناتیں بلکہ اس یقین کے ساتھ آگے بڑھتی ہیں کہ زندگی کا دارومدار خیالی تصورات پر نہیں بلکہ عملی تجربات پر ہے۔ ان کے نزدیک اصل حقیقت وہی ہے جو مادی وجود میں سامنے آتی ہے۔ اردو شاعری میں انھوں نے ایک ایسا وژن پیش کیا جو ڈی۔ایچ۔لارنس کی فکر سے قریب ہے۔ لارنس کے مطابق زندگی اور کائنات میں جو فطری قوت نمو کی صورت میں ابھرتی ہے، وہی اصل زندگی ہے جو ہر شے کو تسلسل اور ارتقاء کی طرف مائل کرتی ہے۔ شاعرہ مارکسزم کو انسانیت کا نجات دہندہ تصور کرتی ہیں اور اس سلسلے میں عبوری کوششوں پر بھی یقین رکھتی ہیں۔ وہ اقتصادی اور مادی وسائل پر عام عوام کا حق سمجھتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ سیاسی اور معاشرتی تحریکوں کو زندگی سے الگ تصور نہیں کرتیں وہ اپنے حق کے لیے ڈٹ جاتی ہیں۔ ان کی شاعری میں انقلابی رنگ انتہائی نمایاں ہیں مگر وہ نعرہ باز نہیں۔ باقی شاعرات میں گرہستی، مامتا جیسی علامات ملتی ہیں۔ فہمیدہ بھی مامتا کے بارے میں لکھتی ہیں اور عادتاً اولاد کو اپنے مؤقف سے دستبرداری نہیں سکھاتی۔ میرے اس مضمون میں فہمیدہ کی شاعری خصوصیات کو واضح کیا گیا ہے جس نے عورت کی دبی ہوئی نفسیاتی اواز کو باہر آنے پر مجبور کیا۔

یہاں ہمیں وہ نسائی شاعری کا مخصوص ویژن نظر آتا ہے جو اسے ایک منفرد تخلیقی آہنگ عطا کرتا ہے۔ عورت کے ہار سنگھار کا ایسا بیان جس میں صرف جنسی تحریک نہیں، جمالیات کا ایک پورا نظام نظر آتا ہے مگر رومانوی کیفیت زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔ فہمیدہ ریاض اپنی شاعری میں محض رومانی تجربے تک محدود نہیں رہتیں بلکہ ایک بلند تر سطح پر انسانی وجود اور کائنات کی پراسرار قوتوں کو دریافت کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی وہ قوت ہے جو فطرت کے ارادوں کو آگے بڑھانے میں معاون بنتی ہے۔ وہ لمس کو انسان کا بنیادی اور قدیم ترین تجربہ قرار دیتی ہیں، جو لفظ سے بھی پہلے اظہار کا ذریعہ تھا۔ فہمیدہ عورت کے وجود اور مسائل کو جسمانی و روحانی سرشاری سے جوڑ کر دیکھتی ہیں۔ ان کے نزدیک انسان کی بقا میں جبلتی پہلو کے ساتھ ساتھ ایک ماورائی جہت بھی شامل ہے۔ اسی تناظر میں ان کے کلام میں جبلت کی تطہیر یا سبلیمیشن کی جھلک نمایاں ہے۔

ان کی شاعری کی زبان میں حسیاتی شدت نمایاں ہے، جہاں رنگ، خوشبو، آواز، لمس اور ذائقہ سب مل کر ایک ایسی تپش پیدا کرتے ہیں جو قاری کو زندگی اور موت کے درمیانی مقام تک لے جاتی ہے۔ کبھی یہ شدت حقیقت کو عدم اور وجود کے بیچ آشکار کرتی ہے اور کبھی انسان کے باطن میں پوشیدہ کیفیات کو نمایاں کر دیتی ہے۔ فہمیدہ نے عورت کے جسم کو اس کی سائیکی میں بنیادی اہمیت قرار دیا ہے کیونکہ اسی کے راستے میں عورت کی روح اور اس کے ذہن کے دروازے کھلتے ہیں۔ وہ جسے ہم تاریکی اور موت سمجھتے ہیں وہ روشنی اور وجود کی سرحد ہے:

اس کی نظم "زبانوں کا بوسہ ":

مجھے ایسا لگتا ہے
تاریکیوں کے لرزتے ہوئے پل کو
میں پار کرتی چلی جارہی ہوں
یہ پل ختم ہونے کو ہے
اوراب
اس کے آگے
کہیں روشنی ہے(۱)

یقیناً فہمیدہ عورت کو مرد کی آنکھ سے دیکھتی ہے، اس کی شخصیت میں یہ مذکر حیثیت بڑی نمایاں ہے، جذبے اور حسیات کی توانائی اس کے رنگوں کے انتخاب میں نظر آتی ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فہمیدہ ریاض کی شاعری میں ایک ایسی عورت کا تصور ابھرتا ہے جو روایت کے برعکس اپنے جسم کو نہ تو باعثِ شرمندگی سمجھتی ہے اور نہ ہی اسے گناہ کا سرچشمہ مانتی ہے۔ وہ اپنے وجود پر فخر کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ دوسرا معاشرہ بھی اسی طور پر اسے تسلیم کرے اور عزت دے۔ تاہم وہ یہ حقیقت جانتی ہے کہ عورت کی یہ شناخت کسی بھی سماج کے لیے آسانی سے قابلِ قبول نہیں۔ مشرقی معاشروں میں عورت کا جسم جرم کے احساس سے جوڑا جاتا ہے، جبکہ مغربی دنیا میں اسے محض جنس کے اشتہار تک محدود کر دیا گیا ہے۔ عورت کے شعور اور آگہی کی بات تو بہت دور کی ہے، وہ مشرق اور مغرب دونوں میں ایک معمّا اور ثانوی حیثیت کی حامل دکھائی دیتی ہے۔ ان کی نظم" اقلیما"اس سوچ کی نمائندہ ہے، جہاں عورت کو ایک باشعور اور ذہین ہستی تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

اقلیما
جو ہابیل کی قابیل کی ماں جائی ہے
ماں جائی
مگر مختلف
بیچ میں رانوں کے
اور پستانوں کے ابھاروں میں
اور اپنے پیٹ کے اندر
اپنی کوکھ میں
ان سب کی قسمت کیوں ہے
ایک فربہ بھیڑ کے بچے کی قربانی
وہ اپنے بدن کی قیدی
تپتی ہوئی دھوپ میں جلتے
ٹیلے پر کھڑی ہوئی ہے
------پتھر پر نقش بنی ہے(۲)

فہمیدہ ریاض نظم"اقلیما"میں اس عورت کی بے بسی بیان کر رہی ہیں کہ ہابیل اور قابیل اپنی اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا کی نظر ان کی لڑائی پر ہے، مگر فہمیدہ ریاض کی نظر اقلیما (اس عورت کا فرضی نام) کی طرف ہے جس کی وجہ سے وہ دونوں لڑ رہے ہیں کہ وہ اسے ملنی چاہیے یا وہ اسے ملنی چاہیے مگر اس عورت کا بھی تو دل ہے، یہ بھی تو انسان ہے، یہ کوئی نہیں سوچتا۔ اگر ایسے حالات ہوں تو پھر عورت کا بغاوتی رویہ سامنے لانے کی ضرورت ہے، جو وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے استعمال کر رہی ہے۔ کوئی اس سے بھی تو پوچھے کہ اس کی مرضی کیا ہے؟ کیا وہ انسان نہیں؟ کیا اسے اپنی مرضی سے اپنے لیے کچھ تجویز کرنے کا حق حاصل نہیں؟ یہی بات سے فہمیدہ ریاض کی بغاوتی سوچ کو واضح کرتی ہے جو اس نے اس نظم میں استعمال کی۔

لارنس کے نظریات سے ہٹ کر، فہمیدہ ریاض کو دورِ حاضر کی ایک ایسی قابلِ ذکر شاعرہ کہا جا سکتا ہے جو مارکسزم کو انسانیت کی نجات کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ وہ ایک ایسے جمہوری معاشرے کے قیام کی خواہاں ہیں جہاں استحصال نہ ہو اور تمام اقتصادی وسائل پر عوام کا برابر کا حق تسلیم کیا جائے۔ ان کے نزدیک عورت مرد کے مساوی ہے اور سیاسی و معاشی تحریکیں زندگی کا لازمی حصہ ہیں، محض اضافی سرگرمیاں نہیں۔ اسی سوچ کے تحت وہ فنِ تخلیق میں ان موضوعات کے اظہار کو نہ صرف فطری بلکہ فنکار کا فرض سمجھتی ہیں۔ فہمیدہ اپنے حق کے لیے ڈٹ جانے کی قائل ہیں اور ان کی شاعری میں ایک انقلابی رنگ نمایاں ہے، تاہم وہ محض نعرہ بازی تک محدود نہیں رہتیں۔ درحقیقت وہ پہلی شاعرہ ہیں جنھوں نے نظریاتی سطح پر انقلاب کے خواب دیکھے۔ اپنی نظم" ساحل کی ایک شام "میں وہ ایک بے سہارا اور غریب بچے کو ساحل پر دیکھ کر اس احساس کو شاعری میں ڈھالتی ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اتنا گمنام اتنا تنہا
بے خانماں سا یہ ایک بچہ
جس کا کوئی گھر کہیں نہیں ہے
جس کی وارث زمین نہیں ہے
جیسے جھوٹی غذا کا دونا
ساحل پہ کہیں پڑا ہوا ہے
جیسے گیلی ہوا کی زد میں
میلے کاغذ کا ایک ٹکڑا
بس ریت لپٹ سکی ہے اس سے
بس لمس ہوا کہ جانتا ہے
یہ طفل سمندروں کا جایا
کنکر کی طرح ہے ٹھوکروں میں

مگر وہ اس بچے کے اندر نفرت کا زہر اور بغاوت کی آگ بھڑکتے دیکھتی ہے:

اس کے لبوں پہ آنے والی
جینے سے زیادہ تلخ گالی
گالی جو راکھ بن چکی ہے
ہونٹوں پہ ہی بکھر گئی ہے
اس رات میں گر کر کوئی شر ہے
شاید شعلہ بھڑک ہی اٹھے
شاید کسی شام ساحلوں پر
لگ جائے مشعلوں کا میلہ
شاید یہ سمندروں کے جائے
دھرتی سے خراج زیست مانگے (۳)

وہ جینے سے تلخ گالی مطلب کہ زیست تلخ ہے۔ وہ جینا جو تلخ ہو کر گالی کو دعوت دے وہ بغاوت کے زیر اثر ہی وجود میں آتا ہے۔ فہمیدہ اس دھرتی کے نوجوانوں سے امید لگائے ہوئے ہے کہ شاید ان میں سے کوئی سویا ہوا شعلہ بھڑک اٹھے اور یہ جذبہ بغاوت اتنا شدید ہو کہ وہ مزدور جو سمندر کا جایا کہلاتا ہے، دن رات موجوں کی بے رحم طغیانی برداشت کرتا ہے، یہ بھی اسی سرزمین کا باسی ہے، اس کا بھی اس زمین پر اتنا ہی حق ہے، بغاوت کا جذبہ اس کے اندر اس قدر آجائے کہ وہ اس زمین جو سب کی ماں ہوتی ہے، اس سے اپنے حصے کی خوشیاں مانگ بیٹھے، کیونکہ یہ بھی تو اسی وطن کا باسی ہے اور یہ علامتی کہانی اس کے علاوہ اور بھی کہیں بکھری ہو سکتی ہے۔ کسی اور انسان کی بھی کہانی ہو سکتی ہے، کسی اور مزدور کی کہانی ہو سکتی ہے۔ جب بارش کا پہلا قطرہ قدم اٹھاتا ہے تو دھرتی کی پیاس بجھانے کے لیے اس کے ساتھ اور بھی لوگ بغاوت میں ساتھ دیتے ہیں اور یہی فہمیدہ ریاض کی انقلابی سوچ ہے۔

فہمیدہ کی شاعری میں زمین کی محبت بھی نظر آتی ہے۔ وہ سندھ کی سرزمین کے ساتھ گہری وابستگی محسوس کرتی ہیں، سندھ کے دیہاتوں اور طرز معاشرت، یہاں کی زبان اور اس کے صوفیا و شعرا کے فکشن نگاروں کے ساتھ اس کی یگانگت استوار ہے:

آ میرے اندر آ
پوتر مہران کے پانی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ٹھنڈے میٹھے مٹیالے پانی
مٹیالے، جیون رنگ جل
دھودے سارا کرودھ کپٹ
شہروں کی دشاؤں کا سنگ چھل
یوں سینچ مجھے کر دے میری مٹی جل تھل(۴)

اس نظم میں بھی فہمیدہ ریاض وطن کی مٹی کی محبت میں سرشار ساری نفرتیں بلا کر، ایک اچھی تبدیلی کے لیے انقلابی سوچ کو قاری تک پہنچا رہی ہیں۔ اچھی تبدیلی کے لیے مزاحمت پر اکسا رہی ہیں۔

فہمیدہ ریاض کے فن کا ایک اور حوالہ مامتا کا رنگ ہے، اگرچہ گھر اور شوہر کی محبت ہماری دوسری شاعرات کی طرح اس کی ہاں موجود نہیں مگر بچے اور مامتا اس کا ایک مستقل حوالہ ضرور رہا ہے۔ بچوں میں اپنے وجود کا جواز اور ہستی کی تکمیل پانے کا تجربہ، ہر شاعرہ نے کیا ہے۔ فہمیدہ کی باغی روح بچے کو اپنے موقف سے دستبردار ہونے کا درس نہیں دیتی، اس لیے بھی کہ گھر اور رفیق حیات اس کی زندگی کا محور نہیں ہے۔ وہ عصر حاضر کی عورت کو بزدل دیکھنا ہی نہیں چاہتی اپنے مجموعے "کیا تم پورا چاند نہ دیکھو گے" تک پہنچتے پہنچتے فہمیدہ معاشرے کے ایک ایسے فرد کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، جو طبقاتی لوٹ کھسوٹ پر مبنی نظام کے بارے میں انتہائی فکر مند ہے:

"میرے لال"
سو تارہ!
میرے لال
میری گرم کوکھ میں
سو تارہ!
کتنی دور دور تک
پھیل گئی جڑتری
اور بہت گہری۔۔۔۔۔
پھر یہ سرسراتا
اس اداس بن میں
تجھے کون لایا
اس اجاڑ گھر کو
تو نے کیوں بسایا
میرے لال(۵)

چونکہ فہمیدہ ریاض کے ہاں "ماں" بھی ایک باشعور انسان ہے، جس کی اپنی شناخت ہے۔ وہ صرف بچوں کے لیے اپنی ذات کی نفی نہیں کرتی بلکہ اپنی داخلی دنیا برقرار رکھتی ہے۔ اس کے ہاں یہ تصور بھی بغاوت کے زیر اثر آتا ہے کیونکہ ان کے ہاں "مقدس ماں" بھی ایک عظیم انسان کی منظر کشی کرتا ہے جو نہ صرف اپنے حقوق کو جانتی ہے بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس کے حقوق کی پاسداری کی ترغیب دیتی ہے۔ فہمیدہ ریاض کے بارے میں ظفر اقبال لکھتے ہیں:

> "میرا خیال ہے کہ سینیارٹی کے لحاظ سے ان خواتین کے بعد فہمیدہ ریاض، کشور ناہید کا نام آتا ہے۔ ان دونوں میں ایک امتیازی قدر مشترک موضوعات کا پھیلاؤ اور ورائٹی ہے اور ان کی شاعری میں خواتین شعراء میں پہلی بار ایک وسیع کینوس دستیاب ہوتا ہے، جس پر بین الاقوامی سیاسی سماجی اور ادبی موضوعات کی باکمال جڑت کی گئی ہوتی ہے۔ کشور ناہید تو باقاعدہ فعال بلکہ اکٹیوسٹ خاتون بلکہ ان کی لیڈر شمار ہوتی ہیں جبکہ فہمیدہ ریاض بھی کسی سے کم نہیں

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہیں۔"(۶)

خواتین میں وہ پہلی شاعرہ تھی جس نے ایک انقلابی سوچ کو قاری تک پہنچایا کہ عورت بھی ہمارے معاشرے کا ایک حصہ ہے۔اسے بھی اظہار کا حق ہے۔اس دور میں عورت ہونے کے ناطے یہ بہت بڑی جرات تھی، اور یہ جرات خواتین میں ڈالنا، ان کو ایک انسان اور فعال فرد ہونے کا احساس دلانا ہی بہت بڑی بات تھی۔اس دور میں یہ بہت بڑی بغاوت تھی کیونکہ معاشرہ عورت کو یہ حق دینے کو تیار نہ تھا۔اس کے علاوہ عنبرین حسیب فہمیدہ ریاض کے بارے میں لکھتی ہیں:

"فہمیدہ کی شاعری کا غالب رویہ نسائی احساس کی ترجیح پر قائم ہے۔ ہمارے سماج میں درپیش ناہمواریوں کی نشاندہی ان کی نظموں میں بہت قوت کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ عالمی سطح کے دیگر مسائل پر بھی ان کی نظر ہے۔"(۷)

تجھ کو پیغام بھیجتی ہوں
تو آ کے دیکھے
تو کتنا خوش ہو
کہ سنگریزے تمام یاقوت بن گئے ہیں
دمک رہے ہیں
گلاب پتھر سے آگ رہا ہے(۸)

اس نظم میں شاعرہ اپنے محبوب سے اظہار کرتی ہے، اور اظہار کرنا اس دور میں بہت بڑی بات تھی جب لڑکیوں کی زبان کو گروی رکھ دیا جاتا تھا۔ان کے احساسات کو پتھر بنا دیا جاتا تھا، کبھی عزت کا نام لے کر، تو کبھی کسی رشتے کا نام لے کر اور فہمیدہ ریاض نے اسی پتھر سے گلاب اگانے کی جرات کی تھی اور یہ بہت بڑی بغاوت تھی۔خالدہ حسین اس نظم "پتھر کی زبان" کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"پتھر سے گلاب اگانے میں اسے کتنا لہو اگلنا پڑا ہو گا؟ مگر اس کے قدم ڈگمگائے نہیں۔"(۹)

یہ بیان بھی فہمیدہ ریاض کی "بغاوتی سوچ" کو ظاہر کرتا ہے۔خالدہ حسین اپنے مضمون "فہمیدہ ریاض" میں فہمیدہ کی شاعری میں عورت کی سائیکی میں جسم کی بنیادی اہمیت کے حوالے سے ایک الگ بحث اٹھاتی ہیں۔وہ لکھتی ہیں:

"سچ تو یہ ہے کہ فہمیدہ عورت کو مرد کی آنکھ سے دیکھتی ہے اس کی شخصیت میں مذکر حیثیت بڑی نمایاں ہے۔"(۱۰)

اس نے Animus کو ہنسی خوشی قبول کیا ہے۔زمین کے ساتھ محبت بھی فہمیدہ ریاض کی انقلابی سوچ کی مظہر ہے۔وہ کبھی کبھی وطن کی محبت میں اس قدر ڈوب جاتی ہے کہ اسے ارد گرد کی خبر نہیں رہتی۔خالدہ حسین کا یہ والا بیان بھی فہمیدہ اور میرا جی کی مشترکہ طرز احساس کی جانب اشارہ کرتا ہے:

"زمین کے ساتھ محبت فہمیدہ کی شاعری میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے.....اس لیے وہ اس سرزمین کے کلچر اور اس کی روایات سے بھی اتنی محبت کرتی ہے کہ اس کی زبان، تصورات اور تخیل پیکر پر ہندی الفاظ اور اساطیر کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔"(۱۱)

فہمیدہ ریاض "بدن دریدہ" کے پیش لفظ میں لکھتی ہیں:

"آیئے پہلے تو ہم غور کریں کہ ہم لکھتے کیوں ہیں؟ تفریح طبع کے لیے؟ شہرت کے لیے؟ یہ درست نہیں ہے۔دراصل شاعر ایک دیوار سے اپنا سر پھوڑتا ہوا خود کلامی کرتا ہے۔اس عمل میں صرف اس کا اپنا مکمل وجود شامل ہے، اس کا دماغی اور جذباتی وجود جیسے اس کی روح سے گہرا تعلق ہے جیسے سمندر کا پانی کسی جزیرے کو گھیرتا ہے۔اس کی نظم پڑھنے یا سننے والے اس عمل میں کہیں شریک نہیں ہوتے تو صرف اس حد تک اس کی روح کے ارتقاء میں سارے معاشرے کی اخلاقی اقدار حصہ لیتی ہیں اور اس کے الجھاوے ان اقدار کے باہم ٹکراؤ اور تضاد کا نتیجہ نہیں ہوتے ہیں۔"(۱۲)

اس طرح کے بے باک تبصرے بھی فہمیدہ ریاض کی انقلابی اور باغی سوچ کو ظاہر کرتی ہے۔اس سے پہلے خواتین شعرا کا کھل کر کوئی اظہار محبت بغاوت ہی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

سمجھا جاتا تھا۔ فہمیدہ نے اس طرح سے لکھ کر خواتین کو بھی اظہار محبت کی ترغیب دی۔ یہ کھلم کھلا بغاوت کی ترغیب تھی۔ نظم "لاؤ حق اپنا ذرا" میں فہمیدہ ریاض اسی تجربے کو بیان کرتی ہے:

لا ہاتھ اپنا ذرا
چھو کہ میرا بدن
اپنے بچے کے دل کا دھڑکنا سنو
ناف کے اس طرف
اس کی جنبش کو محسوس کرتے ہو تم،
بس یہیں چھوڑ دو
تھوڑی دیر اور اس ہاتھ کو میرے ٹھنڈے بدن پر یہیں چھوڑ دو
میرے بے کل نفس کو قرار آگیا
بدن دریدہ(۱۳)

فہمیدہ ریاض بیسویں صدی کی اہم اور اردو افسانہ نگار مترجم اور روشن خیال دانشور تھیں۔ ان کا تخلیقی سفر نہ صرف اردو ادب بلکہ پاکستانی سماج سیاست، نسائیت، فیمینزم اور انسانی حقوق کی تحریکوں سے گہری جڑت رکھتا ہے۔ میرے خیال میں وہ جدید نظم کی نسائی شعور کی بانی شخصیات میں سے ایک ہیں۔ فہمیدہ ریاض کا کام محض ادب اور شاعری میں ہی نہیں بلکہ ایک عہد کی تہذیبی، سیاسی اور فکری جدوجہد کا آئینہ دار بھی ہے، انھوں نے اردو شاعری کو نیا موضوع، نیا لہجہ اور نئی سمت دی ان کی شاعری فکری وابستگی، ایک ایسی ہمہ جہتی شخصیت کا تعارف ہے جو ادب میں محض تخلیق کار نہیں بلکہ عہد ساز بھی ہو۔ ان کا کام آج بھی نئی نسل کے لیے فکری بیداری نسائی شعور اور سیاسی آگہی کا منبع ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فہمیدہ ریاض، میں مٹی کی مورت ہوں، لاہور: رسنگ میل پبلی کیشنز، 1986ء، ص:151
۲۔ ایضاً، ص:157
۳۔ ایضاً، ص:196
۴۔ ایضاً، ص:304
۵۔ ایضاً، ص:128
۶۔ ظفر اقبال، مضمون: ہماری شاعرات، ایک سرسری اور نامکمل تذکرہ، مشمولہ: ادبیات، (مدیر: محمد انور خان)، شمارہ:۷۴۔۷۵، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، جون ۲۰۰۷ء، ص:۳۴۰
۷۔ عنبرین حسیب عنبر، مضمون: جدید نظم نگاری ایک جائزہ، مشمولہ: ادبیات، (مدیر: محمد انور خان)، شمارہ:۷۵، ۷۴، ص:۲۸۳
۸۔ فہمیدہ ریاض، میں مٹی کی مورت ہوں، ص:۱۲
۹۔ خالدہ حسین، مضمون: فہمیدہ ریاض، مشمولہ: خواتین کی شاعری میں عورتوں کے مسائل کی تصویر کشی، از: سلیم اختر و خالدہ حسین، اسلام آباد: وزاتِ ترقی خواتین، حکومت پاکستان، ۲۰۰۵ء، ص:102
۱۰۔ ایضاً، ص:104
۱۱۔ خالدہ حسین، مضمون: فہمیدہ ریاض، مشمولہ: خواتین کی شاعری میں عورتوں کے مسائل کی تصویر کشی، از: سلیم اختر و خالدہ حسین، ص:۱۰۳
۱۲۔ فہمیدہ ریاض، میں مٹی کی مورت ہوں، ص:91
۱۳۔ ایضاً، ص:124